قرآن کی ضرورت کیوں ہے؟

تقدیم

شیخ الحدیث مجدد نقشبندیت

حضرت مولانا عبدالوہاب لغاری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مرتب

محمد عدنان فاروقی الحنفی

مکتبہ تعلیم القرآن نظامیہ

کلی جیو جھلم کاریز کوئٹہ

ذَالِکَ الکِتَابُ لَارَیبَ فِیهِ

قرآن کی ضرورت کیوں ہے

تصنیف

شیخ الحدیث مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا عبدالوہاب لہڑی سریابی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

احقر الناس محمد عدنان فاروقی حنفی عفی عنہ

مکتبہ تعلیم القرآن نظامیہ کلی جیو جہلم کاریز کوئٹہ

جملہ حقوق محفوظ ہے

نام کتاب: قرآن کی ضرورت کیوں ہے

مصنف: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالوہاب سریابیؒ

مرتب: احقر محمد عدنان فاروقی حنفی

سنہ طبع: سنہ ۲۰۲۰ء/ سنہ ۱۴۴۱ھ

تعداد:

قیمت:

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
ا	تقریظ	۳
۲	عرض مرتب	۴
۳	سوانح حیات حضرت سریابی	۶
۴	دیباچہ	۱۶
۵	قدرت باری تعالی کے متعلق سوالات	۲۰
۶	جوابات	۲۰
۷	دلائل بر جوابات، دلیل بر جواب نمبر ا	۲۱
۸	عقیدہ عیسائی مذہب در بارہ اقرار الوہیت	۲۲
۹	عقیدہ سکھ مذہب در بارہ اقرار الوہیت	۲۲
۱۰	عقیدہ ہندو مذہب در بارہ اقرار الوہیت	۲۲
۱۱	عقیدہ یہودی مذہب در بارہ اقرار الوہیت	۲۳
۱۲	عقیدہ پارسی مذہب در بارہ اقرار الوہیت	۲۳
۱۳	دلائل بر جواب نمبر ۲، ۳، ۴	۲۳
۱۴	سلسلہ وشجرہ مالک وصانع سے علم حاصل ہوسکتا ہے	۲۷

۱۵	سلسلہ تعلیم اور دستاویز سے علم حاصل کرنا	۲۹
۱۶	ثبوت ملکیۃ سے	۳۰
۱۷	موجودہ دور میں تمام ہدایات قرآن وحدیث کی تعلیمات میں مضمر ہے	۳۲
۱۸	فائدہ	۳۳
۱۹	اتمام الحجت لاسکات طاعن الملت	۴۱

تقریظ

شیخ الاسلام محقق العصر حضرت مولانا سید **شمس الحق افغانی** صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضرورت قرآن سے متعلق اس رسالہ کے مضامین نہایت بصیرت افروز اور عبرت آموز ہے مصنف سلمہ کو خدا جزائے خیر دے اور رسالہ کو اللہ تعالی نافع بنائیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا (**شمس الحق افغانی**) صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عرض مرتب

الحمد لله رب العلمین و العاقبة للمتقین و الصلوة و السلام علی سید المرسلین و علی آله و اصحابه و اهل بیته اجمعین:

اما بعد! شیخ الحدیث مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا عبدالوہاب سریابیؒ کی شخصیت کسی سے مخفی نہیں۔ چنانچہ کوئٹہ کے سرزمین پر جہاں خدام ختم نبوت کا ذکر ہوگا وہاں حضرت شیخؒ کا اسم گرامی سرفہرست و چمک رہا ہوگا، آپؒ کو اللہ تعالی نے فتنہ قادیانیت کے سرکوبی کیلئے چنا تھا، کوئٹہ بلوچستان کے سرزمین پر قادیانیت کے سد باب کیلئے بے شمار خدمات سرانجام دیئے، مرزا بشیرالدین قادیانی کے حکم پر قادیانیوں نے کوئٹہ میں اپنی تبلیغ شروع کردیں وہ اپنے اس تبلیغ میں نوجوان لڑکیوں کو زیادہ استعمال کرتے تھے مسلمان نوجوان اس کے دام میں پھنس رہے تھے اس وقت آپؒ اپنے استاد التفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کو دعوت دی اور اُن کی زیر صدارت جامعہ تعلیم القرآن نظامیہ سریاب میں مشاورتی مجلس ہوئی اور پھر حضرت شیخ درخواستیؒ نے مولانا عبدالوہاب لہڑیؒ کو فرمایا کہ آپ عملی طور پر اس فرقہ کو ختم کرنے کیلئے میدان میں نکلے، چنانچہ آپؒ نے قادیانیوں کے خلاف اعلان جہاد شروع کیا۔ آپ نے شہر سے پانچ میل دور اپنی گاؤں کلی جیو جہلم کاریز میں مرکز قائم کیا اور اپنے طلبا سے کام لیا اور ایک بہت بڑا اشتہار شائع کیا جس پر ایک ہزار علماء کرام کے دستخط موجود تھے جنہوں نے مرزا قادیانی کے کفر کی تصدیق کی اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد قادیانی ایوان میں زلزلہ برپا ہوا، پھر تبلیغی جلسے منعقد کئے آپ نے ختم نبوت کے عنوان سے ایک بہت بڑا جلسہ جائنٹ روڈ کوئٹہ کے مقام پر منعقد کیا جلسہ میں اسٹیج پر کافی علماء تشریف فرما تھے۔

باوجود مصروفیات کے آپؒ نے تصنیفی سلسلہ کو بھی جاری رکھا کئی کتب ورسائل لکھیں جن میں ایک اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے جو ''قرآن کی ضرورت کیوں ہے'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس رسالہ میں حضرت شیخ نے بڑی شرح بست کے ساتھ قرآن کریم کی عظمت اور اللہ تعالی کی الوہیت کو واضح کیا، دریں بارہ دوسرے مذاہب کے عقیدہ کو ان کی کتب سے واضح کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اسے امت مسلمہ کیلئے سودمند اور مصنف علیہ الرحمہ کیلئے ذریعہ نجات بنائیں۔آمین

احقر عاصی محمد عدنان فاروقی حنفی عفی عنہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۹ء

سوانح حیات حضرت سریابی رحمۃ اللہ علیہ

خاندانی پس منظر:

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالوہاب لہڑی سریابیؒ ولد صوفی صاحب داد ولد رئیس میر دوست ابن شاہی ابن شنکر۔

قبیلہ:

لہڑی قبیلہ اصل میں ڈومکی بلوچ قوم کا مشتق شاخ ہے بعد میں پہاڑی علاقے نرمک میں سکونت اختیار کیا۔

جائے پیدائش:

۱۰ مئی ۱۹۱۰ء بروز پیر بوقت پانچ بجے علاقہ ڈھاڈر قصبہ کاہی کے نزدیک ایک شہر میں پیدا ہوا۔ نام اس عظیم شخصیت کے والد کے مرشد اس وقت کے ولی درویش حاجی محمد عباس نقشبندی نے رکھا۔

تصوف وطریقت:

نقشبندی تھے حضرت الحاج محمد عباس نقشبندی کے خلیفہ مجاز تھے۔

ابتدائی تعلیم:

اپنے گھر میں حاصل کیا اور بعد ازاں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے دو سال مدرسہ ہیری علاقہ بھاگ ناڑی میں فارسی اور خطاطی سیکھا اور کچھ ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کیا، دو سال عربی گرائمر، صرف ونحو کی کتابیں قصبہ میر عاہ (مشہور کوسہ) میں حاصل کی بعد ازاں کوئٹہ کا زلزلہ شدید ۱۹۳۵ء میں ہوا اس میں حضرت شیخ الحدیث کے ایک ہمشیرہ ایک چھوٹا بھائی

ایک چچازاد بھائی شہید ہوئے اور اسی سال کراچی کے ممتاز دینی درسگاہ جامعہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں ملک کے عظیم سیاسی اور دینی رہنما تحریک ریشمی رومال کے رکن حضرت مولانا محمد صادقؒ سے بڑی بڑی کتابیں پڑھی پھر نصر پور ضلع حیدرآباد سندھ نزد میر پور خاص اور اس کے بعد دورہ حدیث کے لیے ملتان تشریف لے گئے وہاں ملک عظیم کے دینی درسگاہ جامعہ نعمانیہ میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ رشید شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الخالقؒ کبیر والا سے ۱۹۳۹ء دورہ حدیث مکمل کیا۔

مذہبی خدمات:

حضرت شیخ سریابیؒ دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۴۰ء میں علاقے میں لوگوں کے بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے ایک مدرسہ (مدرسہ تعلیم القرآن نظامیہ سریاب روڈ کوئٹہ) کے نام سے قائم کیا اور اب مدرسہ با قاعدہ رجسٹرڈ ہو چکا ہے۔عوام کو بیدار کرنے کیلئے اور موجودہ فتنوں اور لادین قوتوں کو زیر اور ختم کرنے کیلئے ۱۹۴۶ء میں ایک انجمن بحکم اپنے استاد تفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے (انجمن تحفظ حقوق کوئٹہ بلوچستان) قائم کی، انجمن کے سرپرست اعلی حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ بنا اور امیر حضرت مولانا عبدالوہاب لہڑیؒ بنا۔ ۱۹۴۷ء کو قادیانیوں کے سرکاری آرگن الفضل میں یہ بیان چھاپہ کہ ''بلوچستان کی کل آبادی پانچ لاکھ یا چار لاکھ ہیں زیادہ آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو تو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبہ کو بہت جلد احمدی بنایا جاسکتا ہے اگر ہم سارے صوبہ کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے پس اس جماعت کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ لوگوں کیلئے یہ عمدہ موقع ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسے ضائع نہ ہونے دیں پس تبلیغ کے ذریعہ بلوچستان کو اپنا صوبہ بنالو کہ تاریخ

میں آپ کا نام رہے (الفضل ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء) پھر انکے لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے اس تحریک میں کامیاب نہیں ہوں گے اس لیے ہمارے تعداد کم ہے تو مرزا بشیر الدین انکو کہا کہ ایسٹ انڈیا اینڈ کمپنی کی طریقہ اپناؤ (جیسے کے چند انگریز سوداگروں نے کروڑوں کے ملک پر اپنی حکمرانی قائم کرلی) پھر حتیٰ کہ اس تحریک کو کامیاب کرنے کیلئے اس وقت کا وزیر خارجہ سردار ظفر اللہ جو انہی جماعت سے تعلق رکھتے بلوچستان آیا اس وقت کے خان میر احمد یار خانؒ سے ملاقات کی اور مرزا قادیانی کی نبوت ثابت کرنے کی کوشش کی تو مرد حق خان آف قلات نے کہا ظفر اللہ سن لو حضور ﷺ آخری نبی ہے ان کے بعد نبوت ختم ہے اب جو دعوٰی کرے گا تو کذاب ہوگا اور اگر حضور ﷺ بالفرض محال خود تشریف لاکر کہہ دے مرزا کو نبی مان لو تو میں ایسے شخص کو نبی ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں گا'' (بحوالہ کتاب فارسی منظوم عبدالصمد سربازی) پھر مرزا بشیر الدین کے اس حکم کے بعد قادیانیوں نے اپنی تبلیغ شروع کردی وہ اپنے اس تبلیغ میں نوجوان لڑکیوں کو زیادہ استعمال کرتے مسلمان نوجوان اس کے دام میں پھنس رہے تھے پھر اسی وقت یہی مرد قلندر حضرت مولانا عبدالوہابؒ اپنے استاد التفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کو دعوت دی اور اُن کی زیر صدارت میں جامعہ تعلیم القرآن نظامیہ سریاب میں مشاورتی مجلس ہوئی اور پھر حضرت شیخ درخواستیؒ نے مولانا عبدالوہاب لہڑیؒ کو کہا کہ آپ عملی طور پر اس فرقہ کو ختم کرنے کیلئے میدان میں نکلے، پھر مولانا عبدالوہابؒ نے قادیانیوں کے خلاف اعلان جہاد شروع کردیا۔ انہوں نے شہر سے پانچ میل دور اپنی گاؤں کلی جیو جہلم کاریز میں مرکز قائم کیا اور اپنے طلبا سے کام لیا اور یہ عظیم مجاہد سب سے عظیم اور تاریخی کارنامہ سرانجام دیا انہوں نے ایک بہت بڑا اشتہار شائع کیا جس پر ایک ہزار علماء کرام کے دستخط موجود تھے جنہوں نے مرزا قادیانی کے کفر کی تصدیق کی اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد قادیانی ایوان میں زلزلہ برپا ہوا

پھر یہی عظیم مجاہد تبلیغی جلسے منعقد کئے انہوں نے ختم نبوت کے عنوان سے ایک بہت بڑا جلسہ موجودہ کالٹیکس پٹرول ڈپو جائنٹ روڈ کوئٹہ کے مقام پر منعقد کیا جلسہ میں اسٹیج پر کافی علماء تشریف فرما تھے۔ اور ممتاز عالم دین مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ مسئلہ ختم نبوت پر تقریر فرما رہے تھے اور سی ایم ایچ کے ڈاکٹر محمود جو قادیانی تھا اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مخبری کرنے کیلئے جلسہ میں شریک ہوا۔ مولانا ابراہیم تقریر کے دوران میجر محمود طنزیہ انداز میں مسکراتا رہا ایک شخص نے اسے روکا تو مجمع کو علم ہوا کہ یہ قادیانی ہے مخبر کے طور پر جلسہ میں شریک ہوا ہے تو سامعین میں سے چند لوگوں نے نعرہ تکبیر لگا کر میجر محمود کو مارنے کے لیے دوڑے میجر محمود بھاگتے ہوئے ایک ریلوے کوارٹر میں گھس گیا تو یہ لوگوں نے جا کر وہاں اسے جہنم رسید کیا پھر پولیس نے مقدمہ درج کرتے ہوئے حضرت سریابیؒ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی چونکہ یہ مجاہد شہر سے باہر رہتے تھے، پھر اس پر مقدمہ درج کرنے کے بعد سریاب کے قبائل اور علماء کرام احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ اگر حکومت اس مجاہد کو گرفتار کیا تو حالات کی خرابی کی ذمہ داری حکومت وقت پر ہوگی۔ اس لیے حکومت وقت کو مجبوراً اسی مقدمہ کو قاتل نامعلوم ہونے کی وجہ سے داخل دفتر اور ختم کرنا پڑا۔

قاضی عدالتوں کی قیام:

اور یہاں بلوچستان میں قاضی عدالتے اسی مجاہد کے محنت کی بدولت قائم ہوئی۔ حالاں کہ پاکستان کے اور بھی تین صوبے ہے ان میں کیوں قائم نہیں ہوئی۔

دین اسلام کی تبلیغ:

حضرت سریابیؒ بلوچستان کے مختلف قبائل اور دور دراز علاقوں میں جا کر دین اسلام کے

لیے خدمات سرانجام دیئے اور قریہ قریہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جا کر وہاں لوگوں کو عشاء کی نماز کے بعد وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے اور وعظ ونصیحت کے بعد مجمع کو بٹھا کر ان کے نماز کے مسائل اور تجارت کے مسائل بتاتے تھے، نماز کے الفاظ درست فرماتے تھے۔

مولانا کے جمعیت علماء ہند کے لیے خدمات:

اس وقت پاکستان معرض وجود میں نہیں آیا تھا مولانا عبدالوہاب لہڑیؒ نے جمعیت کے پلیٹ فارم پر یہاں بلوچستان میں خدمات سرانجام دیئے۔ان کے ساتھ مولانا عرض محمدؒ بانی جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ، حضرت مولانا غلام حیدر نوشکوی، حضرت مولانا محمد افضل مینگل اور دیگر علماء کرام شامل تھے پھر اسی دوران جمعیت علماء ہند نے فرنگی سامراج کے خلاف ہندوستان کے مکمل آزادی کیلیے ایک تحریک شروع کی جس کا نام ''تحریک بلوچستان چھوڑ دو'' تھا تو اسی تحریک کے ایک رکن حضرت سریابیؒ تھے پھر یہی مجاہد نے اپنے مذکورہ رفقاء کے ساتھ مل کر یہاں بلوچستان میں متحرک ہوکر برطانوی نواز حکمرانوں کے ساتھ ٹھکر لی اور بلوچستان کے عوام کو فرنگی نواز کے حکمرانوں کے مکروفریب سے آگاہ کرتے رہیں اور یہ فرنگی نواز لوگ ہمارے دوست نہیں ہوسکتے بلکہ دشمن ہیں۔آخر جمعیت علماء ہند بلوچستان میں یہی عظیم مجاہد کی محنت اور کوشش کی بدولت فرنگی اقتدار سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہونے میں کامیاب ہوا۔اس کے بعد جمعیت علماء اسلام پاکستان بنی تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالوہاب لہڑیؒ اور ان کے رفقاء جمعیت علماء اسلام کے بانی ارکان میں شمار ہوتے تھے۔جمعیت علماء اسلام وہ واحد جماعت ہے اس میں ہر علاقے، ہر قوم، ہر نسل اور ہر زبان کے لوگ شریک سفر ہے لیکن جمعیت کا مقصد اسلام کا انقلابی اور منصفانہ نظام کا نفاذ ہے اور اس کی قیادت ہر جابر ظالم اور عامر کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں اور یہ جماعت نہ معروف معنوں میں محض ایک سیاسی جماعت ہے جو سیاست میں سب کچھ جائز سمجھتی ہو اور نہ

ہی ایک روایتی انداز کی مذہبی جماعت جو قومی سیاست کو شجر ممنوعہ گردانتی ہو بلکہ یہ ایک قومی سیاسی جماعت ہے جس کا نصب العین دین کا نفاذ ہے اس کا عقیدہ بقول اقبال یہ کہ

؎

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مطالعہ:

اس عظیم مجاہد کے مطالعہ میں یہ خصوصیت تھی جب مطالعہ فرماتے تو کتابت یا طباعت کی کوئی غلطی دیکھتے تو حاشیے پر اس کی تصحیح کر دیتے اسی طرح جب کسی کتاب میں کوئی ایسی بات دیکھتے جو صریح طور پر غلط اور گمراہ کن ہوتی تو حاشیے پر مختصر اس کی تغلیط لکھ دیتے تا کہ قاری متنبہ ہو جائے نیز کبھی یہ بھی کرتے کہ اس کتاب میں کوئی خاص بات اہم بحث ہوتی تو شروع کے سادہ صفحہ پر تحریر فرما دیتے کہ یہ بحث فلاں صفحہ پر ہے تا کہ قاری اس بحث سے فائدہ اٹھا سکے۔

حلیہ ولباس:

مولانا مرحوم کے گندمی رنگ درمیانہ قد لباس میں تکلف نہ تھا اور لمبا کھلا کرتا اور فراخ شلوار اور تقریباً سوا پانچ گز سفید پگڑی اور سفید کپڑے سنت کے مطابق استعمال کرتے تھے۔ انتہائی ذہین تھے وہ فرمایا کرتے تھے اظہار تشکر کے طور پر کہ میں صرف طالب علمی کے دور میں کافیہ پڑا جامی نہیں پڑی اور جب درس و تدریس کے موقع پر جامی کو درس دینا شروع کیا تو مجھ کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جامی پڑھا ہوں۔

حافظہ:

اللہ عزوجل نے مولانا عبدالوہاب لہڑیؒ کو مخصوص کمالات سے نوازا تھا۔ سب کمالوں میں

سرفہرست یہ کمال تھا وہ بخاری اور ترمذی شریف کے درس و تدریس میں طویل فقہی مسائل مباحث اور ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ) کے مذاہب و دلائل نہایت تفصیل کے ساتھ محض اپنے حافظہ سے بیان فرماتے تھے۔

سادہ معاشرت:

حضرت مولانا عبدالوہاب لہڑیؒ کی معاشرت نہایت سادہ تھی، تکلفات سے بلکل نا آشنا تھے، میز پر پوش سے خالی میز ناشتہ کی صورت میں معمولی دسترخوان پر ایک سادہ سے رومال میں روٹی رکھ دی جاتی، آپ بلکل سادہ پیالی میں چائے سبز لے کر ناشتہ تناول فرماتے۔

حضرت کے قبائلی فیصلے:

حضرت سریابی کی اکثر یہ کوشش ہوتی تھی کہ فریقین اپنا تصفیہ قرآن وحدیث اور شریعت محمدی کے مطابق کریں جب اس پر فریقین راضی ہوتے تو مولانا فوراً ان کے فیصلہ فرماتے اکثر مجلسوں میں حضرت ایک قول فرمایا کرتے تھے جو آج بھی علاقے کے لوگ اس قول کو اپنی مجلسوں میں ذکر کرتے ہیں۔ وہ قول یہ ہے کہ ''قتل ناحق پر تعاون کرنا (یعنی پوڑی دینا) حرام ہے''۔

حضرت کے طبی خدمات:

حضرت شیخ بہت ممتاز حکیم تھے اور دور دراز سے لوگ آکر اپنا جسمانی علاج کرواتے اور بعض مریض کیلئے خود دوائی تیار کرتے تھے اور بعض کو نسخہ تحریر فرما کر دیتے۔ طب کے حوالے سے مولانا کے تجربہ کی ہوئی ادویات اور علاج جو اکثر کامیاب ہوتے ان کو ''مجربات سریابی'' کے نام سے کتابی شکل دی گئی ہے جو تا حال رقم نہ ہونے کی وجہ سے

شائع نہ ہوسکا۔

حضرت کی حق گوئی:

حضرت شیخ کی حق گوئی کی وجہ سے بھی مقبول خلائق تھے۔حق بات کہنے میں اس قدر بے باک اور جری تھے کہ اس دور میں اس کی نظیر کم ملے گی۔صحابہ کرامؓ کی صفت ''لایخافون فی اللہ لومۃ لائم'' کا صحیح عکس تھا۔ جب کبھی خلاف حق گوئی سنتے یا پڑھتے تو اس وقت صفت فاروقی ''واشدھم فی الامر اللہ'' کا مکمل نمونہ ہوتے ملوک وامراء اور عمائدین سلطنت کے سامنے حق بات کے سامنے حق بات کہنے سے کبھی تامل نہیں فرمایا ایک دفعہ حضرت شیخ مرحوم کو ایک حکومتی عہدہ دار نے کہا کہ آپ سوشلزم،نیشلزم پر تنقید نہ کرے تو یہ سنتے ہی حضرت اس حکومتی عہدہ دار کو مخاطب فرمایا کہ آپ جس عہدہ پر فائز ہے اگر حکومت کے خلاف کوئی بات کہیں تو کیا آپ اس عہدہ پر برقرار رہیں گے تو اس نے کہا نہیں فرمایا کہ اللہ نے جس منصب پر ہمیں فائز کیا ہے اگر اس منصب کی ذمہ داریاں ہم پوری نہیں کریں گے تو ہم بھی ناس منصب پر قائم نہیں رہ سکتے اللہ اور رسول نے ہمیں ممبر پر بٹھا کر کچھ فرائض ہم پر عائد کئے ہیں ان فرائض کو ادا نہ کرنے کی صورت میں ہم بھی اسی منصب دین سے محروم ہوجائیں گے حضرت شیخ کی زندگی کے بے شمار واقعات شاہد ہیں کہ کسی موقع پر مصلح کی آڑ میں حق گوئی سے تسامح نہیں فرمایا۔ ہر باطل کے مقابلہ میں سیف بے پیام تھے۔

زبان دانی:

حضرت مولانا عبدالوہاب لہڑیؒ کی مادری زبان براہوئی تھی اس کے علاوہ آسان زبان فارسی عربی تھی۔عرب آپ کے عربی میں بے تکلف گفتگو کو دیکھ کر آپ کا منہ دیکھتے رہ جاتے بقول شاعر ٹکر ٹکر دیدم، دم نکشیدم۔ان کے ساتھ اردو، انگلش، بلوچی اور پشتو پر بھی مولانا کو

عبور حاصل تھا۔

تصانیف:

(۱) اقتدار اور ملائیت۔

(۲) جمع الفرائد فی تمیز العقائد۔

(۳) العلم فی زمرۃ المساکین۔

(۴) قرآن کی ضرورت کیوں ہے۔

(۵) دوصد چل در پند بروہی زبان (غیر مطبوعہ)

(۶) اصل باب الاسلام بلوچستان ہے (غیر مطبوعہ)

(۷) نیشنلزم (قومیت) اور اسلام (غیر مطبوعہ)

رحلت:

بلآخر اس عالم رنگ و بو میں جو آیا جانے کیلئے آیا۔ خلاق عالم نے ہر متنفس کے لئے وقت پر دنیا سے جانا مقدر فرمایا، طوعاً و کرہاً ہر ایک کو امر خداوندی کے سامنے سر تسلیم کرنا ہے۔ ذات باری تعالی کیلئے بقادوام ہے اگر چہ ہر انسان کیلئے جرعہ موت مقدر ہے لیکن انسانوں میں کتنا فرق مرتبت ہے کہ کسی انسان کے وفات پر صرف ایک شہر کے مکین نوحہ کنان ہوتے ہیں اور کسی کے رحلت پر پورا ملک صدمہ سے نڈال ہوتا ہے لیکن کچھ باکمال شخصیات ایسی ہوتے ہیں جن کی جدائی سے وراعالم یتیم ہوجاتا ہے جن کے مفارقت سے ہر قلب ہزیں اور ہر آنکھ اشکبار ہوجاتی ہے جن سے دینی و علمی مجالس بے رونق ہوجاتی ہے اور جن کا وجود دنیا والوں کیلئے باعث نور اور ان کی رحلت موجب ظلمت ہوتی ہیں۔ انہی مقتدر ہستیوں میں نادر روزگار محقیق مجاہد شیخ الحدیث والتفسیر ممتاز عالم دین حکیم حضرت مولانا عبدالوہاب لہڑیؒ

سریابی تھے ۔ یہ مقتدر ہستی تین دن بخار میں مبتلا رہ کر ۱۹ جون ۱۹۹۲ء بروز جمعہ بوقت سہ پہر تین بجے بمقام کلی جہلم کاریز نزد جیو کرانی روڈ کوئٹہ میں دارے جاودانی کی طرف رحلت فرمائے ۔ مولانا کو ہزاروں عقیدت مندوں کے ہجوم میں ان کے آبائی گاؤں کلی جہلم کاریز کی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

دیباچہ

تاریخ عالم شاہد ہے کہ دنیا کے ہر دور میں ہر قوم کے طرز زندگی وحی خدا اور طریقہ انبیاء سے مخالف رہا ہے تو وہ قوم باوجود ناز ونعمت دولت وحشمت کے نزول عذاب سے ہلاک ہوکر فنا ہوئے ہیں، یہ اس لئے کہ مالک اس دنیا کا خداوند کریم ہے۔ اور وہ لوگ مالک کی بتائی ہوئی ہدایات کے موافق زندگی بسر نہیں کی بلکہ وہ اپنے اپنے فراست وذہانت سے معاملات کو طے کرنے کی کوشش کی۔

چونکہ تنہا بعقل خود صحیح اور غلط میں تمیز نہیں کر سکتے تا کہ صحیح میں رغبت اور غلط سے اجتناب حاصل ہوسکتا تو لامحالہ مالک کے زیر قہر وعذاب آ کر بالکل صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ یہ تو امم ماضیہ کی تاریخی حالات ہیں، یہاں چونکہ زیر نظر تحقیق موجودہ دور سے تعلق رکھتا ہے تو آپ اس دور کی حالت کو بھی ویسی ہی یقین کرے جس طرح قرون سابقہ کی حالت معلوم ہوئی۔ اور یہاں تین امور بطور تمہید قابل غور ہیں، ان کو پیش نظر رکھ کر آگے مضمون کے جاننے میں مدد ملے گی۔

اول یہ کہ تمام اہل مذاہب تسلیم کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ دنیا کا مالک خالق خداوند کریم ہے۔

دوسرا یہ کہ خبر متواتر سے ثابت ہے کہ قرآن مجید مالک الملک کی آخری اور الہامی کتاب ہے۔ اگر متواتر کو تسلیم نہ کرلیا جائے تو دنیا میں بہت سے ضروری امور کی نفی ثابت ہوجاتی ہے، اور پھر تو تمام کتب سماویہ جو کہ مسلمات میں سے ہیں منفی ہوجاتے ہیں اور جب اس خبر کے وثوق سے دوسرے الہامی کتب متداولہ ثابت ہوتے ہیں تو قرآن مجید بدرجہ اولی ثابت

ہوجاتا ہے۔

تیسرا خود قرآن مجید کا طرز بیان اسلوب مضامین فصاحت و بلاغت پاکیزہ اخلاق کی ہدایت مدح اخلاق حسنہ مذمت اخلاق رویہ یہ امور عقلاً ونقلاً افضل و بہتر ہے اور ان امور کا ذکر بمعہ تکرار بدرجہ اولی قرآن مجید میں مذکور ہیں ایسی ہدایات پر غیر کا احاطہ کرنا محال ہے۔

مگر بدقسمتی سے موجودہ دور کے مغرب زدہ مسلمان وتعلیم یافتہ طبقہ اور جدید خیالات کے عناصر پابند مذہب ہونے کے باوجود اس معجز کتاب کے متعلق محض یہاں تک نظریہ قائم کئے ہیں کہ یہ فقط ایک دستور حیات وضابطہ زندگی ہے۔جس میں انسانی بہبود کیلئے ہدایات موجود ہے بس۔ اور پھر اس ہدایات کی پابندی بھی ایک ذاتی اور انفرادی امر ہے معاشرہ اور اجتماعیہ کو اس کی ضرورت ہی نہیں۔

اور اس ہدایات کی پابندی بھی اختیاری ہے لازمی نہیں یہ بھی اس طبقے کا خوش عقیدہ عناصر کی نظریات ہیں، ان کے آزاد منش افراد تو کچھ اور کہتے ہیں جن کو مذہب سے دور کا بھی مناسبت نہیں۔ اس عجالہ میں دلائل سے واضح کر دیا گیا ہے کہ صحیح نظام اور موجودات عالم کے باہم نظم وضبط بغیر وحی الہی سے صرف مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

اور سوائے مالک کی ہدایات کے صحیح اور غلط کو کوئی جان سکتا بھی نہیں تاکہ وہ اس کی صحیح اور غلط میں تمیز کر سکے، جب صحیح اور غلط میں تمیز ناممکن ہوا تو ضرور امم ماضیہ کی طرح اس دور کیلئے بھی ہلاکت لازمی ہے۔ میں دعوی سے کہتا ہوں کہ تمام دنیا کے بڑے بڑے فلسفہ دان اور ذی شعور اور مفکرین جمع ہوکر ایک ادنی سے ادنی چیز بھی ایسے پیش نہیں کر سکتے جس سے مالک اس چیز سے خبر نہ رکھتا ہو مگر کوئی اور بیگانہ اس سے کامل علم رکھتا ہو قیامت تک سوچھیں تحقیق کریں پھر بھی اس قاعدہ کلیہ سے بیرون نہیں جا سکتے۔

کبھی اصل مالک کو بے خبر اور بیگانہ کو باخبر نہیں بتا سکتے۔ بلکہ دنیا کی امور کے علم وحی خدا

اور رہبری انبیاء کے بغیر عقل کیلئے محال ہے۔ یہ جو کچھ حکمت وصنعت دنیا میں مختلف نوعیت کے نظر آتے ہیں یقینا ان سب کا ابتداء انموذج وحی الٰہی اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی برکت ومحبت سے حاصل ہوئی ہیں۔تمام اہل تواریخ اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے حکمت میں نام پایا وہ حکیم اسقلی بیوس تھا اس لئے اکثر یونانی حکماء اور فیلسوف وحکمران اس نامور حکیم کے خاندان میں سے تھے۔اس کے زمانہ میں حکمت محض زبانی یاداشت اور صدری تھی،اور وہ بھی اس حکیم کے خاندان میں مخصوص تھا اہل یونان اسقلی بیوس حکیم کو دیوتا اور نبی مانتے ہیں۔

یہ اسقلی بیوس ہرمُس اول جس کے اسم گرامی کو اہل تورات وانجیل حنوک یا اخنوخ تحریر کئے ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے ساتویں پیغمبر ہے یعنی حضرت ادریس علیہ السلام کا شاگرد تھا جو کہ بالاتفاق ہرمُس اول کو استاد الحکماء لکھتے ہیں۔

بقراط حکیم اسقلی بیوس کے سلسلہ نسب انیسواں درجہ میں ہوا ہے یعنی اس خاندان کی آخری حکیم گزرا ہے ۴۶۰ء قبل مسیح جزیرہ قاس میں پیدا ہوا ہے۔

فیثاغورث حکیم ۵۶۶ء قبل مسیح گزرا ہوا ہے مصر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاگردوں سے اس نے علم حکمت تحصیل کی۔سقراط حکیم جو کہ مدون طب وحکمت سمجھا جاتا ہے فیثاغورث کا شاگرد گزرا ہے۔

افلاطون سقراط کا شاگرد خاص گزرا ہے مابعد کے تمام حکماء یونان یعنی اشراقیین مشائین رواقین جن میں ارسطو بھی شامل ہے سب افلاطون کے شاگرد ہیں۔

مختصر یہ کہ جب اسقلی بیوس تاریخ میں پہلا حکیم ہے حضرت ادریس علیہ السلام کا شاگرد گزرا ہے اور فیثاغورث نامور حکیم حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاگردوں کے شاگرد گزرا ہے،بقراط حضرت ادریس علیہ السلام کا شاگرد اسباط میں سے ہے اور وہ یقینا اس حضرت کی

حکمت کا حاصل ہوا ہے، بند قلیس حکیم حضرت لقمان کے شاگرد گزرا ہے اور حضرت لقمان حضرت داؤد علیہ السلام کا شاگرد گزرا ہے۔

سقراط تیسرے درجہ میں حضرت سلمیان علیہ السلام کا شاگرد گزرا ہے۔تو اس تعلیم و تعلم سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام حکمت کا ابتدا وحی خداوندی کریم اور تعلیمات انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے ہی حاصل ہوا ہے اس بنا پر محققین حکمت اور طب کو الہامی جانتے ہیں۔ (تذکرۃ الحکماء)

پھر عقل اسی بات پر تجربات کر کے کچھ ان کو ترقی دی ہے مگر ان کا ابتدائی تعلیم الہام الٰہی اور ارشاد انبیاء علیہم السلام سے ہی ہوا ہے، اسی مضمون پر محقق رومیؒ اشارہ فرماتے ہیں:

جملہ حرفتہا یقین از وحی بود

اول اولیک عقل آنرا فزود

اس مدعا کی پیش نظر چند سطور محدود تحقیق و نا مساعدت حالات کے باوجود ترتیب دے کر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ نیز ہر فرض شناس مسلمان سے بھی گزارش ہے کہ للہ جہاں تک ہو سکے خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی جانی ہو یا مالی اس موجودہ الحاد بے دینی کی دور میں کتاب وسنت کی تعلیمات کی ترقی دینے کی کوشش کریں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی

منت شناس از و کہ بخدمت گذاشت

احقر عبدالوہاب سریابی

کوئٹہ بلوچستان

(قدرت باری تعالی کے متعلق سوالات)

دنیا میں قدیم سے دو ہی عقیدہ ونظریہ کے لوگ بستے چلے آرہے ہیں:

اول: وہ لوگ جو وجود خدا اور مذہب کے قائل ہیں۔

دوم: وہ لوگ جو وجود خدا اور مذہب کے اصلاً قائل نہیں ہیں۔

یہاں روئے سخن بھی اہل مذاہب سے ہیں مدعا کو پہلے عام فہم کیلئے سوال وجواب سے پیش کی جاتی ہے اس کے بعد نمبروار دلائل دیجاتی ہے۔

سوال ۱: کیا دنیا کو کوئی مالک پیدا کرنے والا ہے؟

سوال ۲: اگر ہے تو کیا اس دنیا کی موجودات سے اس پیدا کرنے والے مالک کو بہتر علم حاصل ہے یا کوئی بیگانہ کو؟

سوال ۳: اگر بیگانہ کو بھی حاصل ہوسکتا ہے تو کیا یہ ایک عام قاعدہ کلیہ ہے کہ بیگانہ بھی ملکۃ غیر کو بخوبی جان سکتا ہو؟ اگر سوائے مالک کے کوئی بیگانہ نہیں جان سکتا تو پھر اس موجودات عالم کے متعلق مالک کی بتائی ہوئی ہدایات کہاں ہیں؟

سوال ۴: پھر ان ہدایات کو پوری طریقہ سے جاننے کیلئے کونسی تعلیم کی ضرروت درپیش ہوتی ہے؟

(جوابات)

جواب سوال اول: اس دنیا کو ایک پیدا کرنے والا مالک ضرور ہے۔ جیسا کہ ملت اسلام اور دیگر تمام اہل مذاہب کا یہی عقیدہ ہے سوائے دہریوں کے اگر دنیا بے مالک ہے تو کوئی دانش مند صرف ایک آباد خطہ دنیا میں بغیر مالک کے پیش کر کے دکھائیں۔

جواب سوال دوم: اور خود پیدا کرنے والا مالک اس موجودات عالم کا طریقہ کار کو بہتر جانتا ہے، اس لئے کہ اس موجودات کے تمام نیک و بد سے وہی مالک کامل علم بصیرت رکھتا ہے۔ سوائے مالک کے اور کوئی بیگانہ کبھی نہیں جان سکتا اس لئے کہ اس کو علم نہیں جتنا کہ مالک کو علم ہے، یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے۔

اور وہ تمام ہدایات جو کہ اس موجودات عالم کے نظام کیلئے ضروری کافی ہیں، کتاب وسنت میں مضمر ہے نیز ہر دور میں جو طریقہ نظام ان دو ہی فرمودات کے مطابق بنایا گیا ہے تو وہ صحیح ہوا ہے وگرنہ غلط اور باعث نزول عذاب ثابت ہوا ہے تاریخ گواہ ہے۔

جواب سوال سوم: سوال دوم کے جواب میں ملاحظہ کرے۔

جواب سوال چھارم: ان ہدایات کے جاننے کیلئے عربی تعلیم کی ضرورت درپیش ہوتی ہے نہ کہ مغربی تعلیم کی۔

(دلائل برجوابات)

دلیل برجواب نمبر ا:

یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں تغیر وتبدیل پیدا ہوتا ہے جس چیز میں تغیر وتبدیل ہوتا ہو وہ ایک طریقہ پر قائم نہ رہ سکتا ہو وہ مخلوق اور حادث ہے اس کو خالق اور صانع ضرور ہے یہی ہے عقیدہ تمام مذاہب کا جو وجود خدا کے قائل ہیں سوائے دہریوں کے۔

اسلام کا عقیدہ ونظریہ تو اس بارہ میں اظہر من الشمس ہے محتاج حوالہ ہی نہیں باقی رہی دوسرے مذاہب تو ان کے حوالہ جات اقرار الوہیت کے متعلق ملاحظہ ہو:

(عقیدہ عیسائی مذہب دربارہ اقرارالوہیت)

انجیل میں ہے کہ:

''خدائے کہ جہاں وآنچہ درآن آفرید چونکہ او مالک آسمان وزمین است درہیکلہائے ساختہ شدہ بدستہا ساکن نمی باشد'' انجیل مقدس کہ از زبان اصلی یونانی ترجمہ شدہ است مطبوعہ دارالسلطنت لندن باب ۱۷ آیۃ ۲۴ صفحہ ۲۲۰)

جس خدا نے دنیا اور اس کے سب چیزوں کو پیدا کیا وہ آسمان اور زمین کا مالک ہوکر انسان کے بنائے ہوئے مندروں میں نہیں رہتا۔

(عقیدہ سکھ مذہب دربارہ اقرارالوہیت)

کل پروان کتیب قرآن

پوتھی پنڈت رہے پوران

نانک ناؤں بھیا رحمن

کرکرتا تورا کوّ جان

(گوروگرنتھ صاحب راگ رام کلی محلہ صفحہ ۸۳۶)

اس زمانے کیلئے خدا نے قرآن ہی کو منظور کیا اور پوتھیان پنڈت اور پوران سب منسوخ ہوگئے جس میں ای نانک خدا کا نام رحمن ہے اور کرتا دھرتا وہی ایک ذات ہے۔

(عقیدہ ہندو مذہب دربارہ اقرارالوہیت)

''احمد پتو پری میدہام حگرا ہم سوریہ اواحینی'' (سام ویدک پرپاٹک ۲ دشتی ۶ منتر ۸)

احمد نے خدا سے پرحکمت شریعت حاصل کی میں سورج کی طرح روشن ہورہا ہوں۔

''ایسے گوشت کا کھانا حرام ہے جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو'' (منو دہرم شاستر ادھیا ۵ سلوک ۳۶)

پہلے حوالہ میں اقرار الوہیت کے ساتھ نبی آخر الزماں حضور ﷺ کی بشارت بھی موجود ہے۔

(عقیدہ یہودی مذہب درباره اقرار الوہیت)

توریت میں لکھا ہے:

''پھر قائم نہ ہوا کوئی نبی بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند جس نے پہنچانا خدا کو دوبدو'' (توریت کتاب پنجم باب ۳۴)

(عقیدہ پارسی مذہب درباره اقرار الوہیت)

پارسی مذہب جس کو آتش پرست یا مجوسی مذہب بھی کہتے ہیں ان کے مذہبی کتابیں ژند اور پہلوی دو زبان میں پائی جاتی ہیں اپنا مذہب کو وہ بھی آسمانی مانتے ہیں زرتشت کو خدا کا نبی تسلیم کرتے ہیں بہر حال وہ بھی وجود خدا کے منکر نہیں ہیں۔ (بحوالہ انسائیکلو پیڈیا ص/۱۰۰)

(دلائل برجواب نمبر ۲، ۳، ۴)

ضرورت قانون: یہ ظاہر ہے کہ انسان اپنے بقاء میں ضروریات زندگی کیلئے محتاج ہیں اور ضروریات زندگی سوائے اشتراک دوسروں کے تعاون سے حاصل ہو ہی نہیں سکتے اور اشتراک وتعاون سوائے معاملات ومعاوضات کے کامل نہیں ہو سکتے جب اس بناء پر کہا جاتا ہے کہ انسانی مدنی الطبع ہے جب یہ معاوضات ومعاملات درمیان میں آ گئے تو کبھی ان

معاملات میں ایسے اختلاف وتنازع پیدا ہوجاتا ہے جس سے اختلافی امور دین اور دنیا واقع ہوجاتے اس لئے ان اختلافات کے تصفیہ کیلئے قانون کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ قانون صحیح اور مستحکم ہوموجودات عالم اپنے بقاء ونما کیلئے ایک مستحکم اور صحیح ضابطہ کی متقاضی ہے تاکہ اس ضابطہ کی ماتحت موجودات عالم کا نظام چلایا جاسکے۔ اور وہ نظام واقعات موجودات کے موافق بھی ہوتب مستحکم اور صحیح ہواس نظام استوار کرنے کیلئے اگر فقط عقلی تجربہ اور مشاہدہ سے کام لیا جائے تو اول یہ نہایت محدود ہے، دوم یہ کہ اکثر غلطی واقع ہونے سے محفوظ نہیں۔ اس وجہ سے غیر یقینی ثابت ہوتے ہیں پھران کا مستفاد بھی ضرور مشکوک ہوا ہوگا۔ خصوصاً مجہول ومستور امور میں تو وہ غلطی سے خالی ہی نہیں رہ سکتے۔

اور تاریخ کا سلسلہ نامکمل ہونے کے ساتھ ساتھ اتنا محفوظ اور قابل یقین نہیں جس سے کبھی کامل علم کا استفادہ ہوسکے اور اسی کے موجودات عالم کے باہم ضبط ونظم بنایا جاسکے۔ کتب ماضیہ منسوخ ہونے کے علاوہ ان کی تعلیمات تحریف وتغیر سے محفوظ نہ رہ سکے جن سے یقینی علم حاصل ہو۔

اب موجودات عالم کے کامل علم آوری کیلئے صرف تین طریقے باقی رہے بس، اور ان تینوں کا ماخذ ایک ہی ہے۔

علماء عقائد کا بھی یہی تحقیق ہے کہ کہ اسباب علم صرف تین ہیں (۱) خبر صادق (۲) عقل (۳) حواس سلیمہ (شرح عقائد نسفی)

ف: عقل اور حواس سلیمہ اسباب علم تو ضرور ہیں مگر اکثر غلطی واقع ہونے سے مصئون نہیں ہیں اس لئے کہ عقول وحواس بحسب فطرۃ وامزجہ متفاوت ہوتے ہیں، نیز توہمات کا غلبہ عقل پر بہت ہوسکتا ہے تو معلوم ہوا کہ تنہا عقل آوری کیلئے کافی نہیں پھر حواس کا مدار بھی

عقل تو ہے اب رہا صرف علم آوری کیلئے خبر صادق اور خبر صادق وہی ہوسکتا ہے جو واقع کے موافق ہو اور واقع کت موافق جبھی ہوسکتا ہے کہ ان موجودات عالم کی خبر کو موجد کی صنعت کے موافق دیا گیا ہو۔

(۱) ثبوت صانعیت و مالکیت: یعنی ہر چیز کا بنانے والا مالک کو اس کا بخوبی علم ہوسکتا ہے۔

(۲) سلسلہ تعلیم وصانع مالک: یعنی مالک اس کی تعلیم دوسرے کو دیا وہ تیسرے کو تیسرے چوتھے کو تا آخر۔

(۳) صانع و مالک کی ذاتی یادداشت کا مطالعہ:

بس موجودات عالم کے صحیح علم وکامل بصیرت اگر ہے تو صرف ان تین طریقوں سے مستفاد ہے۔ یہ اس لئے کہ اصل مالک کے علاوہ اور کوئی بیگانہ خواہ جتنا بھی عقلمند کیوں نہ ہو کوائف موجودات سے معلوم نہیں ہوسکتا جب تک کہ خود مالک نے اطلاع نہ دیا گیا ہو یا بصورت دیگر اس کا اطلاع خبر صادق کے ذریعہ سے کسی تک نہ پہنچتا ہو۔

یعنی ایک مخبر صادق یہ کہے کہ اس چیز کے متعلق مالک نے یوں کہا ہے تب اس چیز کے متعلق کامل بصیرت حاصل ہوسکتی ہے، بہرکیف خود مالک کا اطلاع دینا یا دستاویز مالک سے استفادہ کرنا یا خبر صادق کے ذریعہ سے اس مالک کا اطلاع کا پہنچ جانا کامل علم کا افادہ دے سکتا ہے۔

دلیل اول:

فرض کیجئے کہ ایک شخص خود اپنا ہاتھ کا بنایا ہوا ایک ناقص اور معیوب چیز کو ناقص جان کر عمداً فروخت کرنے میں کامیاب ہوجائے اس دوران اگر بالفرض لینے اور دینے والے کے درمیان تنازع واختلاف اس نقص اور عیب پر پیدا ہو تو آپ بتائیں کہ مجرم کون ہوسکتا ہے خود مالک یا خریدار عقل تو یہی کہتا کہ مالک مجرم ہے۔ اگر

مالک یہ کہے کہ واقعی اس کو میں نے بنایا تو ہے اور اس میں یہ نقص واقعی ہوگا مگر اب اس ناقص چیز کو واپس نہیں لے سکتا اور نقصان کا تاوان بھی نہیں دے سکتا اس لئے کہ مجھے اس کا علم نہیں تھا ہے بلکہ اس نقص کا علم اس خریدار کو بہتر حاصل تھا۔ وہ اس کو ناقص جان کر خریدا ہے، دوسری جانب خریدار اس علم کا قطعاً انکار کرتا ہے، تو کیا کوئی منصف عدالت اس مالک کی بے خبری اور خریدار کی باخبری کو تسلیم کر کے مالک کو بری کر سکتا ہے۔

کیا مالک اپنے اس کہنے میں صادق قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیا منصف عدالت اس مظلوم خریدار کو اس تاوان سے نجات دلا سکتا ہے۔ اگر عدالت اس خریدار کو ضرور حق بجانب دیکھ کر بری کرے اور اس ناقص چیز کو واپس مالک کے سپرد کرے تو بتائے کہ عدالت کے پاس اس بارہ میں کیا حجت اور دلیل موجود ہے کہ اس دھوکہ دینے والے مالک کو ملزم قرار دے سکے۔

سوائے اس کے کہ اس مالک کو یہ سمجھائے کہ آپ چونکہ اس چیز کو خود بنایا ہے اور اس کے مالک ہیں اور یہ چیز کچھ مدت ضرور آپ کے سامنے رہا ہے اب کیسے آپ کو اس کا علم نہیں رہا ہے اس کے برعکس خریدار کو جو کہ نہ اس کا مالک رہا ہے اور نہ اس کو خود بنایا ہے نہ اس کے سامنے کچھ عرصہ رہا ہے، اس چیز کے متعلق کیونکر علم ہو سکتا ہے۔ لہذا آپ جھوٹے ہے آپ کا یہ تجاہل قبول نہیں آپ ملزم ہیں اس ناقص چیز کو واپس لیں گے یا بصورت دیگر اس نقص کا تاوان واپس دیں گے۔

اگر عدالت یہاں ثبوت مالکیت سے حصول علم کو تسلیم نہ کرے تو پھر اس دھوکہ دینے والے کو کونسی معقول حجت سے ملزم قرار دے سوائے جبر و تشدد کے۔ اگر عدالت بھی جبر و تشدد سے فقط فیصلہ کو منوانے کی کوشش کرے تو پھر وہ عدالت ہی نہ رہی بلکہ ہم اسے جبر و تشدد کے ایک مرکز کا نام دے سکتے ہیں، اور اگر عدالت جبر و تشدد سے کام نہ لے تو اس کے پاس اور کوئی

حجت ہی نہیں جس سے اس دھوکہ دینے والے کو ملزم قرار دے۔

جب وہ عدالت میں قانوناً ملزم نہ ہوسکا تو لازماً اچھے اور برے کا امتیاز ہی ختم ہوتا جس کی بناء پر دھوکہ دینے والے اس عدالت قائم کرنے والے حکومت میں چاہے ناقص اشیاء فروخت کریں اور قیمت کامل چیز کی وصول کریں کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوگا، تو آپ بتائیں یہ کہا کا عدل ہے۔

یا تو بصورت دیگر دنیا میں فریب دینا ہی محال عقلی ہوسکتا ہے اس لئے کہ جو کوئی چیز کسی کو دھوکہ سے فروخت کرنا چاہے چونکہ اس چیز کے متعلق پہلے سے (بمطابق اس غلط کہنے کے اشیاء کو سوائے مالک کے اور بھی جانتے ہیں) اس خریدار کو باخبر تسلیم کیا گیا ہے تو پھر وہ خریدار دھوکہ میں کیسے آسکتا ہے حالانکہ ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ کوئی دھوکہ دینے والے بھولے بھالے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔ اس لئے فریب دینا بھی محال اور ناممکن نہیں بن سکتا تو خلاصہ کلام یہ نکلا کہ اس مالک کی بے خبری اور خریدار کی باخبری منصف عدالت میں نامقبول ہونا بھولے بھالے خریداروں کا فریب میں آجانا اور نقصان برداشت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ دوسرے بیگانوں کو حقائق موجودات کے کامل بصیرت حاصل نہیں ہوسکتا جتنا کہ خود مالک کو علم حاصل ہے۔

البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کچھ سرسری علم کسی نہ کسی وجہ سے حاصل ہوسکتا ہے مگر بحث صحیح علم وکامل بصیرت میں ہے سو وہ سوائے مالک کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ فہوالمرام

(سلسلہ وشجرہ مالک وصانع سے علم حاصل ہوسکتا ہے)

کسی انجن کو فرض کیجئے اور دیکھئے کہ اس انجن کو تمام لوگ روزمرہ نہایت غور وفکر سے دیکھتے ہیں، کیا یہ دیکھنے والے فقط اس دیکھنے سے اس انجن کو چلا سکتے ہیں اور اس کی اندرونی

نقائص کو وہ ماہر فن کی طرح جان سکتے ہیں، اس کے پرزوں کی محل اور موقع کو اپنے فقط غور وفکر سے پہچان سکتے ہیں یقیناً جواب نفی میں ہے امکان نہیں کہ کوئی اس جواب کو اثبات میں دے سکے۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ جتنا بھی عقل مند کیوں نہ ہو سرے سے اس انجن کے پرزوں کے نام تک بھی نہیں جان سکتے سوائے اس کے کہ اس بنانے والے سے تعلیم حاصل کریں، یا پھر اس بنانے والے کہ سلسلہ وشجرۂ تعلیم کے موافق اس انجن کی تعلیم کو کسی استاد سے حاصل کریں۔ اور اس استاد کی تعلیم بھی اس بنانے والے کی ترکیب بناوٹ سے مخالف نہ ہوا ہو تبھی مقصد ہورا ہوگا۔ الغرض کہ اس بنانے والے کا شجرۂ تعلیم سے ہی علم حاصل ہوسکتا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ چونکہ میں نے اس انجن کو غور وفکر سے دیکھا ہے میں اس کو ضرور چلا بھی سکتا ہوں۔ یقیناً وہ اس میں کامیاب نہیں ہوگا اسی قانون کی بناء پر ڈرائیوری، انجینئری وغیرہ صنعتوں کیلئے ٹریننگ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ ٹریننگ میں اس اصل ایجاد کرنے والے کی ترکیب وبناوٹ کے مخالف تعلیم دی جائے۔ اور پرزوں کو رد وبدل کیا جائے مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم مافوق کو تحت اور ماتحت کو فوق کریں یقیناً وہ تعلیم قابل عمل اور مفید نہ ہوگا اور اس سے کام نہیں چل سکے گا اس لئے کہ اصل ایجاد کرنے والے کی ترکیب وبناوٹ سے چونکہ مخالف ہے تو وہ پرزے اپنے اپنے مخصوص کام نہ دے سکیں گے یہی شجرۂ وسلسلہ تعلیم اس بنانے والے کا آخر تک اسی طرح سے چلے گا جس طرح ابتداء سے اس کو ایجاد کرنے والے نے اس کی تعلیم دی تھی۔

اگر ایجاد کرنے والے نے اس کی تعلیم دی تھی، اگر ایجاد کرنے والا مالک کے یا اس کے شجرۂ تعلیم کے بغیر کشف حقائق حاصل ہوسکتا تو پھر فقط دیکھنے سے کیوں انجینئری اور ڈرائیوری نہیں کی جاسکتی اور اس میں عملی سلسلہ تعلیم یعنی ٹریننگ کی کیا ضرورت تھی اس سے

ثابت ہوا کہ سوائے ایجاد کرنے والے مالک کے کوئی اور بیگانہ حقائق اور کوائف موجودات سے باخبر نہیں ہوسکتا یا تو پھر اس کی شجرۂ تعلیم ہی سے یہ علم حاصل ہوسکتا ہے اور بس۔ فہوالمراد

(سلسلہ تعلیم اور دستاویز سے علم حاصل کرنا)

ڈاکٹری کو فرض کیجئے اور غور وفکر کیجئے کہ جتنا اس دواؤں کے متعلق اور ان کے فائدہ اور نقصان کے متعلق اس بنانے والے اور ترکیب دینے والے ڈاکٹر کو علم حاصل ہوسکتا ہے کسی دوسرے شخص کو قطعاً حاصل نہیں۔

اس قاعدہ کے رو سے تو جب بھی کسی ڈاکٹر کے دوا سے کوئی نقص اتفاقاً پیدا ہوجاتا ہے تو فی الوقت بعینہ اسی ڈاکٹر کے پاس دفع نقص کیلئے رجوع کرنا پڑتا ہے جس سے دوائی لیا گیا ہے۔ اگرچہ اسی ڈاکٹر معلوم سے کئی بہتر اور ڈاکٹر موجود کیوں نہ ہو۔

البتہ اگر وہ ڈاکٹر دفع نقص سے عاجز ہوکر جواب دے تو پھر بحالت مجبوری کسی اور ڈاکٹر سے مشورہ کرنا پڑتا ہے، مگر پہلے اس ڈاکٹر معلوم سے دریافت کرنے کا خیال ہر ایک انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے، یہ اس لئے کہ عقل کا تقاضہ یہی ہے کہ جس دوا کو جس ڈاکٹر سے ترکیب دی گئی ہے اس کے فائدہ اور نقصان سے بھی اس کو صحیح علم ہوگا، یا تو پھر ڈاکٹر کے متعلم یا متعلم کے متعلم کو یہ علم حاصل ہوگا۔

یا تو پھر اس ڈاکٹر کی مرتب کردہ فہرست ہدایات سے یا اس کے شاگرد کا مرتب کردہ فہرست ہدایات کے مطالعہ سے یہ علم حاصل ہوسکتا ہے اس قاعدہ کے رو سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اکثر دواؤں کے ہمراہ فہرست ہدایات خود اس ترکیب دینے والوں کی طرف سے شامل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی ڈاکٹر کی دوا سے کوئی نقص پیدا ہوجاتا ہے تو لامحالہ حاکم وقت اسی ڈاکٹر معلوم سے باز پرس کرنے کا مجاز رکھتا ہے نہ کسی اور ڈاکٹر سے اگر

بالفرض یہ ڈاکٹر کہے کہ واقعی اس دوا کو میں نے بنایا ہے اور میں نے ترکیب دی ہے، مگر مجھے اس دوا کا فائدہ اور نقصان کا علم نہیں ہے بلکہ مجھ سے بہتر اس دوا لینے والا مریض کو اس کا فائدہ اور نقصان کا علم تھا۔ تو آپ غور کرے اس کا یہ کہنا کہا تک درست ہوگا۔

تو آپ ان ضروری امور سے یقین کریں گے کہ واقعی یہ قاعدہ ہے کہ سوائے بنانے والے یا اس کے شاگرد یا شاگرد کے شاگرد کے اطلاع دینے سے تا آخر سلسلہ تعلیم ۔ یا فہرست ہدایات موجد کے کبھی حقائق وکوائف اشیاء کے صحیح علم حاصل نہیں ہوسکتا خواہ جتنا بھی عقل مند کیوں نہ ہو، کسی عقل مند کے بس میں یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اس قاعدے کے نقص کو پیش کر سکے۔

(ثبوت ملکیۃ سے)

جائداد کو فرض کیجئے اور غور وتحقیق سے دیکھئے اس کے متعلق سوائے مالک کے کسی کو قطعاً صحیح علم حاصل نہیں، بعض حالات میں خود مالک کے سگے اولاد اور قریبی رشتہ داروں کو بھی اس جائداد کا خبر نہیں رہتا ۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بندگان خدا بغیر کسی اطلاع دہی اور تحریری وصیت کے وفات پاتے ہیں تو ان کا بہت سی مال ملکیۃ جن کا اولاد کو اور رشتہ داروں کو خبر نہیں ضائع اور معدوم ہوجاتے ہیں اس قاعدہ کے رو سے (کہ سوائے مالک کے کسی اور کو علم نہیں ہوسکتا) جب بھی کوئی شخص مرض الموت میں مبتلا ہوجاتا ہے تو پھر وہ خود اپنے زبان سے اپنے اولاد اور دیگر رشتہ داروں کو اپنے جائداد کے متعلق صحیح خبر دیتا ہے یا تو بصورت دیگر اس جائداد کو وہ مفصل تحریر کرا کے پسماندگان کی علم آوری اور اختلاف سے نجات دلانے کیلئے چھوڑ دیتا ہے ۔ تا کہ اس کے بعد اول تو کوئی جائداد لاپتہ نہ ہوسکے دوم یہ کہ پسماندان اس تحریر سے نزاع واختلاف کے وقت تصفیہ طلب کریں ۔ اس بناء پر اگر اتفاقاً اس متوفی کے

بعد کسی چیز یا کسی جائداد کے متعلق فی مابین پسماندان اختلاف پیدا ہوتو سب سے پہلے تصفیہ کیلئے خود اس مالک کی تحریر شدہ دستاویز کی مطالعہ سے حقیقت حال کی آگاہی حاصل کر کے اسی کے موافق حتی المقدور فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

اس لئے کہ وہ تصفیہ کرنے والے از خود یہ جانتے ہیں کہ جو چیز خود مالک نے اپنے جائداد کے متعلق تحریر کیا ہے وہی صحیح اور قابل عمل ہو سکے گا۔ تو معلوم ہوا کہ اگر سوائے مالک کے کسی اور بیگانہ کو بھی کوائف وحقائق موجودات سے کامل آگاہی حاصل ہوسکتا تو کیوں اولاد اپنے باپ کی عام ملکیۃ وجائداد سے صحیح واقف نہیں ہوسکتا اور پھر کیوں اختلاف کے وقت اس دستاویز کو دیکھنے کی ضرورت پیش آجاتی اور کیوں بعض بندگان خدا کے مال بغیر اطلاع دہی سے فوت ہونے کی حالت میں ضائع ہوجاتے یہ سب امور بدہی ہیں جن سے انکار کرنا محال ہے، بلکہ ان سے انکار کرنا ہی نادانی ہے۔

الحاصل اس قیاس پر مکان کو فرض کیجئے مویشیوں کے ریوڑ کو پرکھئے بلکہ تمام اعیان عالم موجودات دنیا میں جہاں بھی آپ غور کریں تو ضرور آپ مالک کو باخبر اور بیگانہ کو بے خبر دیکھیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ مالک کے سوائے کسی دوسرے بیگانہ کو قطعاً صحیح علم وکامل بصیرت حاصل نہیں ہوسکتی۔ صحیح علم وکامل آگاہی کا مدار اصل مالک ہے خواہ اپنے زبان سے اطلاع کرے خواہ اس کا یہ اعلام خبر صادق کے ذریعہ سے پہنچ جائے۔

بلاخوف وتردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے جس کی انتقاض مشکل اور کسی ہوش مند کیلئے محال ہے بلکہ ہر شخص اپنے روزمرہ کے امور میں یہی قاعدہ کلیہ کو ملاحظہ کرتا ہے۔ اور حقیقت میں عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایک انجن کو کسی انجینئر نے ایجاد کیا ہے وہی اس انجن کو بہتر جانتا ہے اور اس کی کیفیت سے اطلاع دے سکتا ہے۔

کسی دوا کو کسی ڈاکٹر نے ترکیب دی ہے وہی اس کو اچھی طرح جان سکتا ہے، اس کا فائدہ

اور نقصان سے بخوبی اطلاع دے سکتا ہے۔ اس کے متعلق فہرست ہدایات مرتب کرسکتا ہے۔

کسی جائداد کا مالک خالد ہے وہی اس کے متعلق کامل علم رکھ سکتا ہے۔

کسی مکان کو زید نے تعمیر کی ہے وہی اس کی کمیت اور کیفیت سے بہتر واقفیت رکھ سکتا ہے ۔ یہ تو مجازی مالکیت وصانعیت کا حال ہے۔

پھر جب کی دنیا و مافیہا کو ایک مالک حقیقی خدائے برتر اپنے قدرت کاملہ سے عدم سے معرض وجود میں لایا ہے وہی ذات اس دنیا کے نیک و بد کے متعلق ہدایات دے سکتا ہے اور وہی ہدایات نظام عالم کیلئے یقیناً صحیح اور واقعات عالم کے موافق اور باعث نجات ہوں گے۔ وہی ہدایات رضاء مالک کے موافق ثابت ہوں گے اس لئے کہ اصل مالک کی بتائی ہوئی ہدایات ہیں۔ کتاب وسنت اور تاریخ شاہد ہیں کہ ان کے علاوہ جتنے بھی ہدایات وضوابط بیگانوں کے امم ماضیہ میں گزرے ہیں یا کہ موجودہ دور میں ہوں گے سب غلط اور واقعات عالم کے خلاف ہیں۔

(موجودہ دور میں تمام ہدایات قرآن وحدیث کی تعلیمات میں مضمر ہیں)

پس حدیث نبوی چونکہ قرآنی تعلیمات کی تشریح کرتی ہیں اس لئے اسلامی اصول نے احادیث نبوی کو بھی وحی کا درجہ دیا ہے، احادیث نبوی کو وحی میں شمار کیا ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ تمام اہل مذاہب کا یہی دستور رہا ہے کہ وہ اپنے رہنماؤں کے اقوال کو بھی الہامیات سے کم خیال نہیں کئے ہیں۔

چنانچہ یہودیوں نے اپنی روایات کو جمع کر کے (مسنا) نام رکھا ہے اس روایات کو

تورات سے زیادہ جانتے ہیں، اس روایات پر یہود کے علماء نے شرح لکھی ہیں جو کہ متن اور شرح کو (طالموت) کہتے ہیں۔ اب طالموت یروشلم اور طالموت بابل کے نام سے موجود ہیں۔

نصاری اعمال حوارئین کو اناجیل کے برابر جانتے ہیں اس لئے وہ سب روایات اعمال رسولان کے نام سے اناجیل کے ذیل میں شامل اور منسلک ہیں۔

مگر صرف بدقسمت مغرب زدہ اور دہری منش مسلمان کو اعمال رسولان سے چھڑ لگتا ہے۔

اب ان قیاسات و دلائل کے ذہن نشین ہوجانے کے بعد آپ کو ضرور یقین ہوگا کہ قرآنی نظام کے سوا دنیا کو چارہ ہی نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنی تعلیمات کو جاننے کیلئے عربی تعلیم کی ضرورت ہے نہ کہ مغربی تعلیم کی۔ اس لئے کہ ایک زبان دانی ہر چند ماہر ہو دوسری زبان کو سوائے تعلیم سے قطعاً نہیں جان سکتا۔

یہ بھی یاد رہے کہ موجودہ اسکولوں کے پندرہ بیس منٹ کے تعلیم القرآن سے یا کالجوں کے عام طور پر عربی مضامین کے مشق کرنے کو قرآن دانی کیلئے کافی سمجھنا اور اس نمونہ کی عربی تعلیم سے قرآن کا معنی دانی کا دعوی کرنا سراسر غلطی ہے۔ ایسے تعلیم سے قرآن کے معانی میں قطعاً کامل عبور حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس قرآن پاک کی تعلیمات کو جاننے کیلئے ایک خاص توجہ اور مصمم ارادہ کی ضرورت ہے تاکہ مسلمان اس قرآن کے حقوق سے عہدہ برا سکیں۔

(فائدہ)

پہلے بیان کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں قدیم سے دو ہی عقیدہ و نظریہ کے لوگ بستے چلے آرہے ہیں۔

ایک وہ گروہ جو کہ اس عالم محسوسات کے علاوہ ایک اور مجرد ذات اور لازوال ہستی کا معتقد اور قائل ہے حکماء متقدمین میں سقراط، افلاطون، ارسطو اور ان کے تمام متبعین اسی عقیدہ اور نظریہ کے معتقد گزرے ہیں اسی لئے ان کو متألّہین کہتے ہیں، اور ان متقدمین حکماء کے علاوہ دوسرے تمام مذاہب کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

دوسرا وہ قوم جو کہ اس عالم محسوسات کے علاوہ اور کوئی مجرد ذات ولازوال ہستی کا اصلاً قائل نہیں ہیں۔ اور وہ اسی دنیاوی زندگی کے ماسوا کوئی اور زندگی کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے ہیں۔

بعض قدیم یونانیوں کا بھی یہی نظریہ تھا مگر سب سے پہلے اس نظریہ کو اپیکورو یوجانس کلبی کے پیروی نے تقریباً چوتھی صدی قبل مسیح یونان میں فروغ دے کر اس کی باقاعدہ اشاعت کرنے لگے۔

وجہ تسمیہ کلبی: کلبی اس کو اس لئے کہتے ہے کہ ان کے عقیدہ میں روئے زمین کے تمام اشیاء مشترک تھے۔ اس بناء پر جب کسی دسترخوان کو دیکھتے خواہ مخواہ اس پر ٹوٹ پڑتے تھے، کیونکہ حیاء کا دور کرنا ان کے ہاں کمال تھا حتی کہ اکثر اوقات اصحاب دسترخوان ان نوخیز حکیموں سے تنگ آ کر پھر ان کو کتوں کے نام سے یاد کرتے تھے ان کی طرف ہڈیاں پھینک پھینک کر بھگاتے تھے اس لئے وہ کلبی مشہور ہوئے (ردنیچریت جمال الدین افغانی)

ان دہریوں کا عقیدہ ہے کہ دنیا کی ہر ایک چیز میں ایک خاصیت اور طبیعت موجود ہوتی ہے اور ان خواص وطبائع کی بناء پر وہ تمام اشیاء نظام عالم میں چلتے ہیں اور اپنے اپنے مخصوص کام سرانجام دیتے ہیں، ان کی اس گردش طبعی سے دنیا کا نظام وابستہ ہے، اس کے علاوہ اور کوئی فاعل وصانع دنیا کو نہیں ہے۔

جب ان سے دریافت کیا جائے کہ آخران اشیاء کو یہ مختلف طبائع اور خواص پھر کس نے دی ہے، اوران میں یہ تغیروتبدیلی کیوں ہے اور یہ استحالات ان میں کیوں رونما ہوتے ہیں؟ جواب ندارد اس عقیدہ کی بناء پر اس گروہ کو دھری کہتے ہیں۔

چونکہ یہ لوگ ہستی باری تعالی وحشرالاجساد وحیات اخروی سے انکار کرکے دنیا کو قدیم کہتے ہیں، اس لئے دھری کے نام سے موسوم ہیں۔

المنجد میں ہے کہ:

''الدھری: الملحد القائل ان العالم موجوداً ازلاً وابداً لاصانع له''

(المنجدص/ ۲۲۷ طبع بیروت)

دہری اس ملحد کو کہتے ہیں جو کہ اس عقیدے کا قائل ہیں کہ دنیا ازل سے ابد تک موجود ہے اس کو کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔

اس جماعت کو نیچری بھی کہتے ہیں نیچر انگریزی میں طبیعت کو کہتے ہیں، چونکہ یہ جماعت فقط طبعی اثرات سے بقاء دنیا کے قائل ہیں اور وجود خالق سے منکر ہیں اس لئے ان کو نیچری کہتے ہیں۔ نیز مادہ پرست کے نام سے بھی اسی گروہ کو تعبیر کرتے ہیں، اس اعتبار سے کہ وہ صرف مادیات کے قائل ہیں روحانیات سے منکر ہے۔

اس عقیدہ ونظریہ کو چونکہ خاص طور پر اپیکورو یوجانس کلبی یونان میں ترقی دے کر باقاعدہ اس کی اشاعت کی اس لئے اپیکورد ہری کے نام سے مشہور ہے۔

دیمقراطیس ایک یورپین ڈارون نامی انیسویں صدی میں بھی اس نظریہ کی شخصیت گزار ہے، بلکہ ڈارون کا تو کہنا ہے کہ انسان پہلے کیڑے مکوڑے تھا پھر بندر گیا اس کے بعد ترقی کرتے کرتے انسان بنا۔

اکبرالہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے:

بولا منصور نے خدا ہوں میں

ڈارون بولا بورنا ہوں میں

سن کے کہنے لگے میرے ایک دوست

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اس قریبی دور میں کمیونسٹ سوشلسٹ یعنی اشتراکیین واجتماعیین اس قدیم عقیدہ ونظریہ والوں کے جدید نام ہیں۔جن کا قوت تخیل روس کا پیداوار ہے اگر چہ کمیونسٹ سوشلسٹ کی تعریفوں میں معمولی سی لفظی فرق ہے مگر عقیدہ کے اعتبار سے دونوں ایک ہی زنجیر کی کڑی ہے۔ یہ ازم قریبی دور میں جو کہ تمام ممالک میں پہنچی اور بدستور پہنچ رہی ہے مارکس اور لینن کے کوششوں کا نتیجہ ہے۔کمیونسٹ سوشلسٹ بھی اس قدیم نظریہ وعقیدہ کی اشاعت کرتے ہیں جو کہ اپیکورو یوجانس اور ڈارون ودیگر قدیم اہل یونان کا عقیدہ تھا،یعنی انکار الوہیت کمیونسٹ سوشلسٹ چونکہ موجودہ دور سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کے چند حوالہ جات قارئین کرام کیلئے دیا جاتا ہے۔کہ نقل کفر کفر نباشد کمیونسٹ سوشلسٹ کے نزدیک:

''مذہب اور خدا سب سے زیادہ باعث تکلیف ہیں'' (معاذ اللہ)

موجودہ کمیونسٹ بھولے بھالے مسلمانوں کو تو دھوکہ سے یہ کہا کرتے ہیں کہ کمیونزم ایک اقتصادی اور سیاسی تحریک ہے جسے مذہب سے کوئی سروکار نہیں۔

لیکن مدعیان تحریک وپیشوایان کمیونسٹ وسوشلسٹ یعنی مارکس اور لینن کے نزدیک سب سے پہلے مذہب کی بیخ کنی ضروری ہے۔کیونکہ ان کے نزدیک دنیا میں غریب انسانوں پر جس قدر ظلم واستبداد کی قیامتیں ٹوٹ رہی ہیں سب خدا اور مذہب کے وجود سے ہیں ان مصائب کا استیصال اس وقت تک ناممکن ہے جب تک لوگوں سے خدا کے وجود کا ایمان مٹا نہ دیا جائے،اس لئے دنیا میں سب سے پہلے اور سب سے بڑا استبداد کا حامی خود خدا ہے۔

(Bolshevism by edmand candler بحوالہ انسائیکلو پیڈیا)

خود لینن خدا کے تصور کی ابتدا کی وجہ یوں بیان کرتے ہے:

''سرمایہ داری کی غیر مرئی قوتوں نے ذہن انسانی میں ایک ڈر کی صورت پیدا کر دی ہے، جس سے ایک حاکم اعلی کے تخیل کی بنیاد پڑی۔ اسے انسان نے خدا کے نام سے پکارنا شروع کر دیا، سو جب تک خدا کا تخیل ذہن انسان سے فنا نہ کر دیا جاوے یہ لعنت کسی طرح دور نہیں ہوسکتی''

(Hammer and snd sickleby mark pat rick)

لینن مارکس کے حوالہ سے اپنے ایک مقالہ مطبوعہ منتھلی ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء میں لکھتا ہے:

''مذہب لوگوں کیلئے افیون ہے اس لئے نظریہ مارکس کے رو سے دنیا کے تمام مذاہب اور کلیسا سرمایہ داری کے آلہ کار ہیں جن کے توسط سے مزدور جماعت کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہے، اور انہیں فریب دیا جاتا ہے۔ لہذا مذہب کے خلاف جنگ کرنا ہر اشتر کی ضروری ہے۔ تا آنکہ دنیا سے مذہب کا وجود ہی مٹ جائے''

A.B.C of communism کے باب ۸۹ میں لکھا ہے:

''اشتراکیت کے نام لیواؤں کا اولین فرض ہے کہ مارکس کے اس قول کو کہ مذہب لوگوں کیلئے افیون ہے۔ تمام جماعتوں نے ذہن نشین کرائیں اور انہیں یقین دلائیں کہ ازمنہ گزشتہ میں کیا اور دور حاضرہ میں کیا متمرد اور سرکش انسانوں کے ہاتھ میں مذہب ہی ایک حربہ ہے جس کے ذریعہ دنیا میں عدم مساوات جماعتیں تفریق اور غصب واستبداد کو روا رکھا جاتا ہے اور جس کے نام سے مزدوروں کی جماعت سے سرمایہ داری کی دیوتا کی پوجا کرائی جاتی ہے''

یہ دشمنان تمدن خواہ قدیم دھری ہو خواہ موجودہ دور کے کمیونسٹ وسوشلسٹ ہو انسان کو

وجود خدا اور مذہب سے بیگانہ کر کے اس کا جوہر عقل و ہمت کو پست کر رہے ہیں ۔جس کا لازمی نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ انسان بالکل بہائم کے سی بن جاتے ہیں ۔ یہ اس لئے کہ انسان ارتقاو برتری صرف حیاء وغیرت سے حاصل ہوسکتا ہے اور حیاء وغیرت اقرار الوہیت وتسلیم مذہب کے ساتھ وابستہ ہیں ۔ جب ہر ایک انسان اپنے مذہب کو خواہ واقعہ میں کچھ بھی ہو دوسرے مذاہب سے انسانی رشک کے جذبہ سے ضرور بہتر جانتا ہے اور اس رشک کی پیش نظر ہمیشہ اپنے ہم عصر اور ہمسروں سے مسابقت کی کوشش کرتا ہے تا کہ وہ ہر صورت میں دوسرے مذاہب والوں سے بہتر ثابت ہو سکے ۔

تو جب یہاں اقرار الوہیت وتسلیم مذہب سرے سے مفقود ہے حیاء وغرت کیسے نصیب ہو جب حیاء وغیرت ہی نہیں تو اکتساب فضائل وکمالات انسانی کے شوق مسابقت کہا سے آئے گی ۔تو رفتہ رفتہ انسانی ہمت پست ہو کر بہائم کے سی بن جاتا ہے، یہ ایک نقصان اس عقیدہ کا

۔

دوسرا یہ کہ دشمنان تمدن انسان کو روحانیت واخلاقیات وشرافت وحیاء سے محروم کر کے اس کی قیمتی فکر کو صرف مادیات کی طرف متوجہ کرا دیتے ہیں ۔

اس گروہ کا زاویہ نگاہ فقط دو امر پر ہوتا ہے : ایک معاشی مسئلہ دوم مادی ترقی آگے ان کا کوئی مقصد حیات وغایت جہد نہیں اس نظریہ میں اور بھی کئی نقائص موجود ہیں ۔مگر یہاں عدم گنجائش کی وجہ سے فروگذاشت کی جاتی ہیں ۔

یقینا اسلام کا سبق اور قرآن کی تعلیم ان تمام نظریات سے بالاتر ہے جس پر عمل کر کے انسان قعر مذلت سے نکل کر روحانیات واخلاقیات اور شرافت سے آراستہ ہوجاتا ہے اور تمام انسانی کمالات ومدادج کو طے کر کے دنیاوی کامیابی کے ساتھ ساتھ اخروی سرخروئی بھی حاصل کرسکتا ہے ۔

اس دھریہ کی اشاعت اب یہی بدستور اکثر ممالک خصوصاً اسلامی مملکتوں میں ہوتا چلا جارہاہے۔ بلکہ پہلے سے بھی اب اس کی اشاعت عروج پر ہے۔

یہاں تک کہ بڑے بڑے سلطنتوں کے خزانے واعلی افسر واکثر پریس وعام لیٹریچر اس نظریہ کی اشاعت کیلئے وقف ہیں۔موجودہ دور میں نوبت تو یہاں تک پہنچی ہے کہ بعض معتبر مسلم مدیراں اور اسلامی جرائد اس نظریہ کومختلف لباس پہنا کر مختلف رنگ میں نشر کئے جارہے ہیں۔اس پر بھی بس نہیں بلکہ مسلم مدیراں اس نظریہ کونہایت شد ومد سے کتاب وسنت سے ثابت کرنے کی بھی انتھک کوشش کررہے ہیں۔ یاد رہے کہ موجودہ دور میں مذہب سے مذہب والوں سے خلاف جوبھی مضامین نظر آتے ہیں یا مذہب والوں سے نفرت پھیلانے کی آوازیں سننے میں آتے ہیں وہ سب یقیناً مارکس اورلینن کے نظریہ کی صدائے بازگشت ہیں۔

ان مساعی کا تمام تر غرض وغایت صرف یہی ہے کہ مذہب اسلام خود اپنے والوں سے کسی نہ کسی وجہ سے بدنام ہوکر قابل عمل نہ ہوسکے۔اسی غرض کے حصول کیلئے یہ لوگ سوچھ سمجھ سے مذہب اسلام کے ساتھ طرح طرح کے خود ساختہ اورمن گھڑت الزامات وابستہ کرکے نہایت حقیرانہ رنگ میں پیش کرتے ہیں۔اور مذہب کوارتقاء انسان وحصول کمالات کے منافی بتاتے ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ اگر مارکس اورلینن کے نظریہ کوپیش نظر رکھ کوغور سے دیکھا جائے تو موجودہ دور کے اکثر مغربی تعلیم یافتہ طبقہ مذہب کے لباس میں اشتراکیت کا رنگ لیتے ہوئے نظر آئیں گے،اس لئے اکثر مغربی تعلیم یافتہ طبقہ کے نزدیک اگرایک بدنام وحقیراورمطعون ترقی سے دوررکھنے والی چیز دنیامیں موجود ہےتو مذہب ہےاوروہ مذہب کو بدنام کرنے کیلئے ہرمجلس میں یہی کہتے ہیں کہ مذہبی جذبات ہی سے ہمیشہ اختلافات وتنازعات رونما ہوتے

ہیں۔

ان کے زعم باطل میں دنیا میں اور کوئی چیز پر اختلافات پیدا نہیں، جتنا کہ مذہب پر ہوا ہے ان کے خیال میں اختلافات سے بچنے کا علاج فقط مذہب سے کنارہ کش رہنے اور مذہب کو بدنام کرنے میں حاصل ہو جاتا ہے۔

پھر تعجب یہ ہے کہ بھولے بھالے مسلمان بھی ان بے بنیاد الزامات پر باور کر کے ان ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ ان سادہ مسلمانوں کو یہ خبر نہیں کہ مذہب سے صرف وہی عناصر اختلاف رکھتے ہیں جو کہ دھری اور کمیونسٹ عقیدہ رکھتے ہیں یا ان کے خیالات کو پسند کرتے ہیں، بس یہ اس لئے کہ مذہب سے تعصب کرنے کا نام کمیونزم ہے۔ مذہب کو حقیر یا مذہب والوں کو حقیر کہنے والا مارکس اور لینن کے نظریہ کے آئینہ دار ہے، ان کے علاوہ کبھی بھی آپ کو مذہب سے مخالف نظریہ وعقیدہ دنیا میں نہیں مل سکے گا جو مذہب مذہب کو برا جانے۔

(اتمام الحجت لاسکات طاعن الملت)

ان معترضین مذہب سے دریافت کیا جائے کہ اگر ان چند اختلافات کی بناء پر مذہب کو موردطعن قرار دی جاسکتی اور مذہب ان تنازعات کے سبب سے مطعون ہے۔ اب گویا مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے۔

یہ سراسر غلطی اور واقعات عالم وتاریخ امم سے ناواقفیت ہے۔ اگر واقعی تحقیر مذہب کے یہی سبب بتلایا جاتا ہے تو پھر اس میں مذہب کی کیا خصوصیت ہے۔ بلکہ یقیناً مذہب سے کئی گناہ زیادہ سیاست اور ملک گیری وجاہ طلبی ودیگر دنیاوی امور پر اختلافات وفسادات ہوتے چلے آرہے ہیں جن کو ہر ایک اہل عصر اور اہل ملک اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ اور ازمنہ ماضیہ کی حالات کی تاریخ گواہ ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دنیاوی امور سے باوجود اتنے اختلاف کے آج تک کوئی کنارہ کش نظر نہیں آیا۔ اور نہ آج تک ان معترضین مذہب سے کسی نے اس دنیاوی امور کو موردطعن قرار دیا۔

بلکہ مزید برآن یہ امور باجود اتنے کثیر اختلافات وفسادات کے روز بروز اتنے مقبول ومرغوب ہوتے چلے آرہے ہیں حتی کہ بڑے بڑے عقل مند لوگ بھی ان پر جان دیتے ہیں مگر ان امور سے دستبردار نظر نہیں آتے ہیں۔

پھر فقط مذہب کو ان چند اصلاحی اختلافات کی بناء پر مطعون گردانا مذہب سے ذاتی عداوت وتعصب کے سوا اور کچھ نہیں مذہب سے عداوت کرنے کا نام دھریہ ہے اس لئے جس چیز کو آپ نفی کیا تو ضرور اس کا مخالف کو ثابت کرنا پڑے گا اور جس چیز کا ضد کو آپ ثابت کیا گویا خود اس چیز کو آپ نفی کیا۔ **نقیض کل علی شئی رفعه**

اب رہا یہ سوال کہ مذہب ترقی سے روکتا ہے تو ان ترقی پسند عناصر سے پوچھتا ہوں کہ

آپ بتائیں کہ یورپ کے کونسی قوم نے اپنے مذہب کو ترک کر کے ترقی کے مدارج کو طے کیا ہے بلکہ یورپ کے ممالک ہر ایک اپنے اپنے دستور میں مذہب کو قانوناً لازمی قرار دیا ہے۔ اور وہ باوجود اپنے ترویج ملت و پابندی مذہب کے ترقی کر رہے ہیں مگر یہاں بدنصیب مسلمان کو مذہب ترقی سے باز رکھتا ہے۔ جاپان باوجود قدامت پسندی اور اپنے مذہب کے پابندی ساتھ ساتھ ترقی میں یورپ سے کسی طرح کم نہیں۔ ان یورپین اقوام کے اور یورپ کے اقوام ہر ایک اپنے اپنے مذہب پر قائم رہ کر اور اپنے کلساؤں کے پابندی کے ساتھ ساتھ ترقی کئے مگر جاہل مسلمان مغرب زدہ عناصر کیلئے مذہب زہر قاتل سمجھا جاتا ہے۔

کیا اپنے قوم شعار پر قائم رہنا اور اپنی خصوصیت پر ثابت رہنا ترقی کی منافی ہے کیا مسلمانوں کو فرنگیوں کے تمدن میں جزء کیماوی کی طرح تحلیل ہو کر اپنی قوم امتیاز و خصوصیت کو نیست کرنا ہی کمال ترقی میں شمار کیا جاتا ہے، کیا نصاری انیس سو سال اور یہود تقریباً تین یا چار ہزار سال اور جاپان تقریباً دو ہزار سال کے مذہب کی پابندی سے قدامت پسند شمار نہیں ہوئے اور مسلمان تیرہ سو سال کے مذہب کی پابندی سے قدامت پسند شمار ہوتے ہے۔

برین عقل و دانش بباید گریست

تمت

احقر عبدالوہاب سریابی کوئٹہ بلوچستان پاکستان

مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۷۵ھ